بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

پچھلے سال اسی مہینے میں آپ کو برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کے وہ کارنامے سنائے گئے تھے جو اس نے سنہ ۱۸۰۴ء سے ۱۹۳۲ء تک انجام دیے ہیں۔ آج ہم اس سبق آموز داستان کا ایک دوسرا ورق پیش کرتے ہیں جو سنہ ۳۲-۱۹۳۲ء اور سنہ ۳۴-۱۹۳۳ء کی رپورٹوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ یہ داستان سبق کھلنے والی ضرور ہے۔ مگر افسوس کہ ہم میں ابھی تک سبق سیکھنے والے پیدا نہیں ہوئے۔ کاش! سبق سنتے سنتے ہم میں سیکھنے اور عمل کرنے کی بھی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

سنہ ۳۳-۱۹۳۲ء میں اس سوسائٹی نے دنیا کی ۱۲ نئی زبانوں میں بائبل کے ترجمے شائع کئے، جن میں سے چھ زبانیں ایشیا کی ہیں چار افریقہ کی، ایک امریکہ کی اور ایک یورپ کی۔ اس طرح اُن زبانوں کی تعداد ۶۶۷ تک پہنچ گئی جن میں بائبل کے تراجم شائع ہوئے ہیں۔

ایک سال کے اندر بائبل اور اس کے متفرق حصوں کے جتنے نسخے دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع کئے گئے ان کی مجموعی تعداد (۰،۴،۷،۶۱،۰۱) تھی۔ سنہ ۳۲-۱۹۳۱ء کے مقابلہ میں ۶۵ ہزار کا اضافہ ہوا۔ ممالک کے لحاظ سے اس تعداد کی تقسیم حسب ذیل ہے۔

ایشیا	۶۹۵۰۰۰۰
یورپ	۱۶۹۰۰۰۰

جزائر برطانیہ	۸۵۷۰۰۰
جنوبی امریکہ	۳۹۸۰۰۰
افریقہ	۳۵۲۰۰۰
کنیڈا اور نیوفاؤنڈلینڈ	۳۱۷۰۰۰
آسٹریلیا	۱۷۰۰۰۰
نیوزی لینڈ	۳۴۰۰۰
اوشیانیا	۴۰۰۰

سب سے زیادہ اشاعت چین میں ہوئی جہاں بائبل اور اس کے مختلف حصوں کے ۴۲ لاکھ نسخے ایک سال کے اندر شائع ہوئے۔

ہندوستان میں صرف الہ آباد کی شاخ نے جس قدر کام کیا ہے اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک سال میں ۹۱۶۶۳۲ نسخے تقسیم کئے گئے۔ جو ۴۰ مختلف زبانوں میں تھے۔ ۵۴ مردوں اور ۶ عورتوں نے گھر گھر پھر کر ۵۴ ہزار سے زیادہ نسخے فروخت کیے۔ یونیورسٹیوں کے امتحانات میں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ کو ۲۹۲ نسخے مکمل بائبل کے اور ۴۹۹ نسخے جدید عہد نامہ کے مفت دیے گئے۔ اور ۴۵۴۹ روپے کے عطیے بائبل سوسائٹی کی امداد کے لئے وصول ہوئے۔

الہ آباد کی شاخ ۱۸۴۵ء میں قائم ہوئی تھی پہلے سال اس نے تقریباً ۱۰ ہزار نسخے شائع کئے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں یہ تعداد ۹۴ ہزار تک پہنچی۔ اور سنہ ۱۹۲ء میں ساڑھے چار لاکھ تک پہنچ گئی۔ ۵۰ سال کی مدت میں صرف اس شاخ سے بائبل کے جو نسخے شائع ہوئے ہیں، ان کی مجموعی تعداد ۷۷ لاکھ سے زیادہ ہے۔

اب سنہ ۳۴-۱۹۳۳ء کی روداد سنیے۔

تمام دنیا میں ۱۰۹۳۳۲۰۳ نسخے شائع ہوئے جو بمقابلہ سال گذشتہ کے ۳ لاکھ زیادہ تھے۔ ممالک کے لحاظ سے تقسیم حسب ذیل ہے۔

۱۔ یورپ	۱۵۸۹۰۰۰	مغربی یورپ	۱۰۳۴۱۱۴
		وسطی یورپ	۳۰۸۰۰۰
		شمالی مشرقی یورپ	۷۵۰۰۰
		جنوبی مشرقی یورپ	۱۷۱۰۰۰
۲۔ ایشیا	۶۷۰۸۰۰۰	چین	۳۹۰۲۰۰۰
		کوریا	۶۵۵۰۰۰
		ملایا	۱۷۸۰۰۰
		سیلون اور ہندوستان	۱۱۸۷۰۰۰
		برما	۱۴۴۰۰۰
		جاپان	۵۴۱۰۰۰
		ایران و عراق	۶۹۰۰۰
		فلسطین و شام	۳۸۰۰۰
۳۔ افریقہ	۵۰۹۰۰۰		
۴۔ جنوبی امریکہ	۴۴۳۰۰۰		
۵۔ کینیڈا اور نیوفاونڈ لینڈ	۲۷۶۰۰۰		
۶۔ نیوزی لینڈ	۲۵۰۰۰		

۷۔ آسٹریلیا ۱۷۲۰۰۰

۸۔ برطانیۂ عظمیٰ ۸۵۵۴۴۰۸

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ یورپ میں بائبل کی اشاعت گھٹ رہی ہے۔ اسپین، فرانس، سوئٹزرلینڈ، اٹلی، بلجیم، جرمنی، زیکوسلوواکیا، یوگوسلیویا، یونان، لتھوانیا، فنلینڈ اور خود بائبل سوسائٹی کے گھر یعنی جزائر برطانیہ کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جگہ سال گذشتہ کے مقابلہ میں ہزاروں کی کمی ہوئی ہے لیکن مشرقی ممالک میں بیشتر ایسے ہیں جو گذشتہ سال کے مقابلہ میں اس سال بائبل کے زیادہ خریدار نظر آتے ہیں۔ مثلاً ہندوستان میں ۹۵ ہزار کا اضافہ ہوا ہے۔ برما میں ۴۴ ہزار، جاپان میں ۱۵ ہزار، ایران و عراق اور فلسطین و شام میں ۴ ہزار، شمالی افریقہ میں ۶ ہزار، استوائی افریقہ میں ۱۰ ہزار، وسط جنوبی افریقہ میں ۵۵ ہزار، نٹال میں ۳ ہزار، اور کیپ کے علاقہ میں ۸۰ ہزار کی بیشی ہوئی ہے۔

جاپان میں بائبل کی اشاعت جس رفتار سے بڑھ رہی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ چار بیگ شتوں نے ایک سال میں تیس تیس ہزار سے زائد نسخے فروخت کئے۔ اور ایک کے فروخت کردہ نسخوں کی تعداد تو ۴۵ ہزار تک پہنچ گئی۔

اس سال ۱۱ نئی زبانوں میں بائبل کا ترجمہ ہوا جن میں سے ۹ زبانیں افریقہ کی ہیں۔ ایک یورپ کی اور ایک اوشیانیا کی۔ اس طرح ان زبانوں کی تعداد ۱۰۷۶ تک پہنچ گئی ہے جن میں اب تک بائبل یا اس کے بعض حصوں کے ترجمے شایع ہو چکے ہیں۔

جن نئی زبانوں میں اس سال تراجم شائع کئے گئے ہیں ان کا بھی مختصر حال سن لیجئے۔

نائیجریا کی کمبری زبان جس کے بولنے والے ۴۵۰۰۰ ہیں۔

نائیجیریا کی ڈاکا زبان جس کے بولنے والے ۲۰۰۰۰ ہیں

استوائی افریقہ کی یاکا 〃 〃 ۱۵۰۰۰ 〃

〃 لمبو 〃 〃 ۱۵۰۰۰ 〃

〃 بایا 〃 جس میں خواندہ لوگوں کی تعداد صرف ایک ہزار ہے

نیکا 〃 جس کو زیادہ تر مسلمان بولتے ہیں۔

سوڈان کی بابی زبان جس کے بولنے والے اسلامی علاقوں سے محصور ہیں۔

حبش کی سڈاموزبان جس کے بولنے والے ۱۵۰۰۰ ہیں۔

اوشیانیا کی کونینی زبان جس کے بولنے والے ۲۵۰۰ 〃

یہ اعداد خود اپنی خاموش زبان سے کہہ رہے ہیں کہ دنیا کے دور دراز علاقوں میں اگر کسی زبان کو دو چار ہزار انسان بھی بولتے ہیں تو اس میں بائیبل منتقل کر دی گئی ہے، تاکہ یہ لوگ خود اپنی زبان میں اس کتاب کو پڑھ سکیں اور مسیحیت کا پیغام سمجھ سکیں۔

پھر یہ بھی نہیں ہے کہ ترجمے محض سرسری طور پر رواروی میں کر دیے گئے ہوں۔ ان میں سے بیشتر تراجم ایسے ہیں جو کئی کئی آدمیوں نے مل کر کیے ہیں۔ بار بار ان کی نظر ثانی کی گئی ہے۔ دیسی باشندوں کو خاص طور پر تعلیم دے کر اس لئے طیار کیا گیا ہے کہ ترجمہ اور نظر ثانی میں مدد دے سکیں۔

حال میں بائیبل کا سب سے اہم ترجمہ وہ ہے جو افریقان بائیبل کے نام سے مشہور ہے۔ افریقانی زبان جنوبی افریقہ کی عام زبان ہے۔ اب تک وہاں ولندیزی زبان کی بائیبل رائج تھی جس کو عوام نہ سمجھ سکتے تھے۔ بائیبل سوسائٹی نے مترجموں کا ایک بورڈ اس زبان میں کتاب مقدس کا ترجمہ کرنے کے لئے مقرر کیا جس نے دس سال کی مسلسل محنتوں کے بعد پچھلے سال اس کام کو مکمل کیا ہے۔ سال رواں میں پہلی مرتبہ اس ترجمہ کے ۲۲۰۰۰ نسخے

طبع کر کے جنوبی افریقہ بھیجے گئے اور سب کے سب فروخت ہوگئے۔ اس ترجمہ کی اشاعت کا اثر یہ ہوا کہ مسیحیت جو جنوبی افریقہ میں مردہ ہوتی چلی جارہی تھی، یکایک جی اٹھی۔ کلیسا پھر سے بھرنے شروع ہوگئے اور گھروں میں اہل خاندان کے مل کر دعا کرنے کا طریقہ جو قریب قریب موقوف ہو چکا تھا از سرِ نو جاری ہو گیا۔

اب کچھ تھوڑا سا حال ان لوگوں کا بھی سن لیجیے جنہوں نے دنیا کی مختلف زبانوں میں بائبل کے ترجمے کئے ہیں۔ ہم ان کی طویل فہرست میں سے صرف چھ مثالیں پیش کریں گے تاکہ یہ داستان زیادہ طویل نہ ہو جائے، اور چند نمونوں سے آپ اس دین پرست جماعت کے جذبۂ خدمت کا اندازہ لگا لیں۔

بورنیو کے جنگلوں میں ایک قوم ڈایک نامی رہتی ہے جس کے چند قبائل سراوک کی ریاست میں آباد ہیں۔ اس قوم کی زبان کا نام بھی ڈایک ہی ہے۔ اب سے ستر برس پہلے وہاں جی مبلغین نے کام شروع کیا اور بہت سے خاندانوں کو عیسائی بنا لیا۔ اس وقت تک ڈایک زبان میں تحریر کا رواج نہ تھا۔ مشنریوں نے ان کے لئے ایک رسم الخط ایجاد کیا، مدارس قائم کئے اور اس حد تک تعلیم پھیلا دی کہ اب کم از کم ہر گھر میں ایک لکھا پڑھا آدمی موجود ہے۔ اس طرح زمین طیار کر لینے کے بعد بائبل کا ترجمہ شروع کیا گیا۔ ان کی زبان میں الفاظ کی بہت کمی تھی اور جو تھوڑے بہت الفاظ تھے بھی تو وہ وسیع معانی کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ سالہا سال کی کوششوں کے بعد اس زبان کو اس قابل بنایا گیا کہ بائبل کے مضامین اس میں ادا ہو سکیں، اور ابھی پچھلے سال اناجیل اربعہ کا مکمل ترجمہ ڈایک میں شائع ہوا ہے۔

وسط افریقہ میں ایک زبان بولی جاتی ہے جس کا نام بن ٹو ہے۔ اس کے بولنے والے بھی بالکل وحشی تھے۔ مشنریوں نے جا کر ان کے درمیان پوری پوری عمریں گذاریں۔ ان کی زبان سیکھی۔ اس کے لئے رسم الخط ایجاد کیا۔ اس کی گرامر مرتب کی۔ قاموس بنائی۔ مدرسے قائم کر کے لکھنا پڑھنا سکھایا۔ اس کے بعد بائبل کا ترجمہ شائع کیا

سب سے پہلے لٹریچر کی جس کتاب سے یہ لوگ آشنا ہوئے وہ یہی بائبل تھی اس سے انکے اندر دفعتہً ایک نئی زندگی پیدا ہوگئی انہی لوگوں کے بچے جب کتابیں پڑھتے تو ان کے خاندان والے اس عجیب تماشے کو دیکھنے کے لئے جمع ہو جاتے تھے، اور بسا اوقات ایک ایک بچے کی زبان سے پورا پورا گاؤں بائبل سنتا تھا۔ ان مناظر نے پوری قوم میں علم حاصل کرنے کا شوق پیدا کردیا۔ اور اس اچھوتی زمین میں مسیحیت کی پہلی ہی تخم ریزی خوب بارآور ہوئی۔

بن ٹو زبان میں بائبل کا پہلا ترجمہ ناقص تھا۔ مشنریوں کے جو بچے اس سرزمین میں پیدا ہوئے تھے، اور جن کے لئے بن ٹو زبان مادری زبان کی حیثیت رکھتی تھی، وہ اب بڑے ہوکر اس ترجمہ پر نظرثانی کر رہے ہیں۔

مغربی افریقہ میں ساحل سمندر سے ایک ہزار میل کے فاصلہ پر ایک قوم رہتی ہے جس کا نام ٹانگالے ہے۔ ۴۰ ہزار کے قریب ان کی آبادی ہے۔ علم و تہذیب تو درکنار۔ کپڑوں تک سے ناآشنا۔ زیادہ سے زیادہ لباس جو ان کے ہاں مستعمل ہوتا ہے وہ کچی کھالیں اور تازہ پتے ہیں۔ نہایت مشکل اور بے ڈھنگی زبان بولتے ہیں جس کو قید تحریر میں لانا محال معلوم ہوتا تھا۔ مگر مسیحی مشنری کا جذبہ عمل ان تمام مشکلات پر غالب آگیا۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں لوقا کی انجیل ان کی زبان میں شائع کی گئی۔ اور سنہ ۱۹۳۰ء میں پورا عہدنامہ جدید خود اس علاقہ کے ایک پریس میں چھاپ دیا گیا۔ اس وقت وہاں تین مدرسے قائم ہیں۔ خود وہیں کے چند آدمی جو ابتداءً عیسائی ہوگئے تھے اور جنہیں مشنریوں نے پڑھا لکھا دیا تھا، ان مدرسوں کو چلا رہے ہیں۔ استاد اپنے کھیتوں میں محنت کرتے، اور فرصت کے اوقات مفت تعلیم دینے میں صرف کر دیتے ہیں۔ مدرسوں کی عمارتیں بھی دیسی باشندوں نے خود بنالی ہیں۔ مشنریوں کو ایک پیسہ اپنے پاس سے صرف کرنا نہیں پڑتا۔

جنوبی افریقہ کے اندرونی علاقوں میں ایک قوم سوتو زبان بولتی ہے۔ سنہ ۱۸۳۳ء میں ایک نوجوان مشنری اڈولف مابیل نامی اپنی بیوی سمیت وہاں جا کر رہا اور پورے ۴۳ سال وہیں گذار دئے۔ اس نے وہاں ایک

نارمل اسکول قائم کرکے اساتذہ تیار کرنے شروع کئے۔ اس مدرسہ کی ابتدا صرف تین آدمیوں سے ہوئی تھی۔ بعد میں اس سے اتنے اساتذہ تیار ہوئے کہ سارے ملک میں تعلیم دینے کے لئے پھیل گئے۔ پھر اس نے بائیبل اسکول اور دینیات کی تعلیم کا مدرسہ قائم کیا اور ایک مطبع کھولا اور ایک رسالہ نکالا جس کو ابتداءً وہ خود ہی لکھتا اور خود چھاپتا تھا پھر اس نے سات آدمیوں کی مدد سے بائیبل کا ترجمہ شروع کیا، اور بیس سال کی لگاتار محنت کے بعد اس کو مکمل کرکے چھوڑا۔ وہ اپنے حالات میں لکھتا ہے کہ ہر کتاب کا ترجمہ مکمل کرنے کے بعد ہم اس پر کئی کئی مرتبہ نظر ڈالتے اور اگر اطمینان نہ ہوتا تو اس کو ردی کرکے پھر ترجمہ کرتے بعض اوقات ہم کو ایک ایک کتاب کا ترجمہ چار چار مرتبہ کرنا پڑا۔ اس محنت شاقہ کے ساتھ ۱۳ تبلیغی مراکز اور ۱۳ مدرسوں کی نگرانی بھی وہ خود کرتا تھا، رسالے اور پریس کا کام بھی انجام دیتا تھا، اور چار گھنٹے روزانہ پڑھاتا بھی تھا۔

ایک دوسرے شخص ڈاکٹر ایڈورڈ اسٹیر کا کارنامہ بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے۔ یہ لنڈن یونیورسٹی کا گریجویٹ، قانون کا ڈاکٹر، فن قانون کی مہارت میں سونے کا تمغہ پائے ہوئے تھا۔ باپ چاہتا تھا کہ بیرسٹری کرے مگر اس نے فلسفہ و الٰہیات کا مطالعہ کیا اور اپنی زندگی مسیحیت کی خدمت کیلئے وقف کردی ۱۸۶۳ء میں زنجبار کے لشپ ٹوزر کے ساتھ مشرقی افریقہ گیا، اور وہاں ایک مدرسہ جاری کیا جس میں ابتداءً صرف پانچ زنگی لڑکے تھے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے سواحلی زبان سیکھنی شروع کی جو افریقہ کی سب سے زیادہ عام تجارتی زبان ہے، اور برّاعظم کے اندرونی علاقوں میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس زبان میں کافی مہارت حاصل کرنے کے بعد اس نے پہلے متی کی انجیل کا ترجمہ کیا جو ۱۸۶۹ء میں لندن سے شائع ہوا۔ پھر ۱۸۸۲ء میں وہ پورے عہد نامہ جدید کا ترجمہ لے کر خود انگلستان گیا اور اسے اپنی نگرانی میں طبع کرایا۔ اس کے بعد اس نے عہد عتیق کا ترجمہ شروع کیا مگر عمر نے وفا نہ کی ایک روز اچانک وہ اپنے کمرے میں مردہ پایا گیا۔ اس کی میز پر ترجمہ کا مسودہ پڑا ہوا تھا اور آیندہ کام جاری رکھنے کے لئے ہدایات لکھی ہوئی موجود تھیں۔

سیموئیل پولرڈ بھی اسی طرح کا ایک صاحب عزم مشنری تھا۔ ۱۸۸۶ء سے چین میں تبلیغ مسیحیت کر رہا تھا۔ ۱۹۰۶ء میں چین کے ایک نیم وحشی قبیلہ میاؤ سے اس کے تعلقات ہوئے اور اس نے ۴۰ برس کی عمر میں ان کی زبان سیکھنی شروع کی۔ ان کی زبان میں تحریر کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اس نے ایک آسان سا رسم الخط ایجاد کیا اور قلیل مدت میں سینکڑوں آدمیوں کو لکھا پڑھا دیا۔ پھر اس نے عہد جدید کا ترجمہ ان کی زبان میں شروع کیا ۱۹۰۶ء میں مرقس کی انجیل شائع کی۔ ۱۹۱۵ء میں پورا عہد جدید شائع کر دیا۔ آگے بڑھنا چاہتا تھا کہ قضا کا پیغام آگیا۔ اپنے حالات میں لکھتا ہے کہ میرے لئے اس سے بڑھکر خوشی کی کوئی بات نہیں کہ یہ لوگ سب سے پہلے جس کتاب کو پڑھیں گے وہ مسیح کی کتاب ہوگی"۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ مسیحیت اپنی کمزوریوں کے باوجود دنیا کے ہر حصہ میں پھیلتی چلی جارہی ہے، اور آبادیاں کی آبادیاں کلیسا کے دائرے میں داخل ہو رہی ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو ظاہر میں سب کو نظر آتی ہے۔ یعنی عیسائی قوموں کی دولت، ان کے تمدنی اثرات اور ان کی سیاسی طاقت لیکن اس ظاہر کی تہ میں جو ایثار، جو قربانیاں، جو فداکاریاں، جو حیرت انگیز محنتیں اور کوششیں کام کر رہی ہیں، ان کا حال کم لوگوں کو معلوم ہے حالانکہ درحقیقت مسیحیت کے پھیلنے میں عیسائی قوموں کی مادی طاقتوں کا اتنا حصہ نہیں ہے، جتنا عیسائی مشنریوں کی ان محنتوں اور پرخلوص جدوجہد کا حصہ ہے۔ اگر ان میں خدمت دین کا یہ زبردست جذبہ نہ ہوتا تو محض دولت اور تمدن اور سیاسی قوت کے بل پر مسیحیت کو کبھی یہ فروغ نصیب نہ ہوتا۔

یہ دنیا دار العمل ہے۔ یہاں کا قانون یہی ہے کہ جو اپنے مقصد کے لئے جان و مال اور آرام و آسایش کو قربان کرے گا وہی کامیاب ہوگا۔

غور تو کیجئے کہ ایک مشنری انگلستان جیسے متمدن ملک میں پیدا ہوتا ہے۔ عیش و عشرت کے ماحول میں آنکھیں کھولتا ہے، اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل کرتا ہے۔ مادّی ترقیوں کے امکانات اس کے استقبال کو موجود ہوتے ہیں۔ مگر وہ ان سب کو چھوڑ کر اپنے وطن سے دور صحراؤں میں انتہا درجہ کی وحشی قوموں کے درمیان جا بیٹھتا ہے جہاں کی ہر چیز اس کے مزاج، اس کی عادات اور اس کے ذہنی و جسمانی مالوفات کے بالکل خلاف ہے۔ اس وحشت کی دنیا میں یہ متمدن اور تعلیم یافتہ انسان سال دو سال نہیں تیس تیس اور چالیس چالیس سال گذار دیتا ہے۔ جوان جاتا ہے اور بوڑھا واپس آتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات اس کو پھر اپنا وطن دیکھنا نصیب ہی نہیں ہوتا۔ وہ ان وحشی قوموں میں اس طرح رہتا ہے جیسے ان ہی میں کا ایک آدمی ہے۔ لگاتار محنتوں سے اُن کے توحش کو دور کرکے ان میں علم کا شوق اور مذہب کا ذوق پیدا کرتا ہے۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں برس سے جو زمینیں بنجر پڑی ہوئی ہیں ان میں آبیاشیاں اور تخم ریزیاں کرتا ہے، اور ہزار مرتبہ ناکامیوں سے دوچار ہونے کے بعد بھی ہمت نہیں ہارتا، مایوس نہیں ہوتا، پھر محنت کرتا ہے اور پھر کوشش کرتا ہے۔ کیا یہ قربانیاں اور محنتیں رائگاں جا سکتی ہیں؟ کیا ایسے اُولُوا العزم اور اپنے مقصد کے پیچھے جانیں لڑا دینے والے لوگ ناکام رہ سکتے ہیں؟ اگر کامیابیاں ایسے لوگوں کے قدم نہ چومیں گی تو کیا ان لوگوں کی قدمبوسی کریں گی جو صرف زبان سے مذہب پر جان دیتے ہیں، مگر اپنے کسی فائدے اور کسی لذت اور کسی لطف کو اس پر قربان کرنے کے لئے طیار نہیں۔ مسندوں پر گاؤ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں۔ معتقدوں اور شاگردوں سے خدمتیں لیتے ہیں۔ بہتر سے بہتر کھانے اور عمدہ سے عمدہ لباس، اور اچھے سے اچھے مکان کے بغیر گزر نہیں کر سکتے۔ عقیدتمندوں کے جمگھٹ میں بیٹھ کر تقریریں کرتے ہیں۔ ہر طرف سے احسنت و مرحبا کے شور سنتے ہیں اور اس زندگی کو سمجھتے ہیں کہ یہ دین کی خدمت میں بسر ہو رہی ہے۔

عیسائی تو اس جوش اور خلوص اور محنت کے ساتھ اس کتاب کی خدمت کر رہے ہیں جس کے محرف ہونے کا خود ان کو بھی علم ہے۔ وہ بھی جانتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام نہیں ہے مسیح کا کلام بھی نہیں ہے مسیح کے خاص

حواریوں کا کلام بھی نہیں ہے۔ بلکہ جن کی طرف منسوب ہے ان کی طرف بھی اس کی نسبت مشکوک ہے۔ بخلاف اسکے ہمارے پاس وہ کتاب ہے جس کے خاص کلام آلہی ہونے کا ہم کو علم اور یقین ہے۔ ہم جانتے اور مانتے ہیں کہ یہ کتاب رحمت کا منبع اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ ہم کو معلوم ہے کہ دنیا جس آب حیات کی پیاسی ہے، اور جس کے دھوکے میں ہر سمت کی طرف دوڑ رہی ہے، وہ دراصل اسی سرچشمہ کا پانی ہے، مگر ہم کو گریبانوں میں منہ ڈالکر دیکھنا چاہیئے کہ اس کتاب کے نور کو پھیلانے کے لئے ہم کیا کوشش کر رہے ہیں؟ عیسائیوں میں اڈولف ہابیل اور ڈاکٹر اشیر جیسے سینکڑوں موجود ہیں۔ مگر ہم ان کا سا ایک آدمی بھی نہیں رکھتے۔ عیسائی ۶۷۸ زبانوں میں بائبل کا ترجمہ شایع کرتے ہیں۔ مگر قرآن مجید کے تراجم ابتک شاید دو درجن سے زیادہ زبانوں میں نہیں ہوئے، اور ان میں بھی بیشتر حصہ عیسائیوں ہی کا ہے۔ عیسائیوں نے جتنے ترجمے شائع کئے ہیں سب مستند اور معتبر ہیں اور ان کی صحت کا اطمینان کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ مگر یہاں اردو اور فارسی کے سوا کسی زبان میں بھی کوئی قابل اطمینان ترجمہ نہیں ہو سکا ہے۔ عیسائیوں نے ان زبانوں تک میں ترجمے کر ڈالے ہیں جن کے بولنے والے ہزاروں سے زیادہ نہیں ہیں۔ مگر ہم نے ابھی تک ان زبانوں میں بھی قرآن کا ترجمہ نہیں کیا جن کے بولنے والے کروڑوں ہیں۔ حد یہ ہے کہ ہم نے آج تک انگریزی زبان میں بھی کوئی صحیح اور معتبر ترجمہ شایع نہیں کیا، حالانکہ ہمارے پاس اس کے ذرائع کا فقدان نہیں ہے، اور اغیار تو درکنار خود ہماری اپنی ملت کے ہزاروں تعلیمیافتہ اشخاص اس ترجمے کے حاجتمند ہیں۔ عیسائیوں نے وحشی زبانوں تک کو خاص بائیبل کے ترجمے کے لیے ادبی اور تعلیمی زبان بنا دیا۔ مگر ہم نے ان زبانوں کو بھی قرآن کے علم سے بہرہ مند نہ کیا جو پہلے سے ادبی اور تعلیمی زبانیں ہیں۔ اس تفاوت عظیم کے باوجود اگر آج اسلام مسیحیت کا کامیاب مقابلہ کر رہا ہے اور اکثر میدانوں میں اسے شکست دے رہا ہے تو یہ صرف اس لئے ہے کہ اسلام کو مسیحیت پر بالذات فوقیت حاصل ہے۔ ہر مسلمان اور مسیحی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ خدمت دین کے لحاظ سے مسیحی مسلمان کے مقابلہ میں ہزار درجہ بلکہ لاکھ درجہ زیادہ بڑھا ہوا ہے۔